ماہ شعبان: چند وضاحتیں

از قلم

فضیلۃ الشیخ محمد اشفاق السلفی

(مدرس دار العلوم احمدیہ سلفیہ در بھنگہ بہار)

بسم الله الرحمن الرحيم

ماہ شعبان: چند وضاحتیں

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى وبعد!

ماہ شعبان ہجری تقویم کا آٹھواں مہینہ اور نیکیوں کا خاص موسم ہے۔ اس ماہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت نفلی روزے رکھتے تھے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کے علاوہ کسی مہینے کا مکمل روزہ نہیں رکھا البتہ سب سے زیادہ نفلی روزے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ شعبان میں رکھا کرتے تھے۔

"كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم، حتى نقول: لا يفطر، ويفطر حتى نقول: لا يصوم، فما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم استكمل صيام شهر إلا رمضان، وما رأيته أكثر صياما منه في شعبان". (صحیح بخاری:۱۹۶۹، صحیح مسلم:۱۱۵۶)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے:" لم يكن النبي صلى الله عليه وسلم يصوم شهرا أكثر من شعبان، فإنه كان يصوم شعبان كله"۔(صحیح بخاری:۱۹۷۰، صحیح مسلم:۱۱۵۶)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ماہ شعبان سے زیادہ کسی مہینے کا نفلی روزہ نہیں رکھتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورے شعبان کا روزہ رکھتے تھے۔

اس حدیث میں "پورے ماہ" سے اکثر ایام مراد ہیں نہ کہ مکمل مہینہ اگرچہ بعض اہل علم نے "اکثر روزے" اور "کل روزے" والی حدیثوں کے درمیان یہ تطبیق دی ہے کہ کسی سال اکثر ایام کے روزے رکھتے اور کسی سال پورا مہینہ ھی روزہ سے ہوا کرتے تھے۔ پہلی بات زیادہ صحیح ہے، اس کی تائید صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بروایت عبد اللہ بن شقیق اور سنن نسائی میں بروایت سعد بن ہشام ہوتی ہے جس کا لفظ ہے:"ولا صام رسول الله صلى الله عليه وسلم شهرا كاملا منذ قدم المدينة غير رمضان". (صحیح مسلم:۱۱۵۶، سنن سنائی:۲۳۵۱)

جب سے آپ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے سوائے رمضان کے کسی مہینے کا مکمل روزہ نہیں رکھا۔

شعبان میں بکثرت روزہ رکھنے کی کئی وجوہات اہل علم نے بیان کی ہیں لیکن سب سے زیادہ قوی بات وہی ہے جس کا بیان خود زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے بروایت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ صادر ہوا ہے:"ذلِكَ شَهْرٌ يَغفُلُ النَّاسُ عنهُ بينَ رجبٍ ورمضانَ ، وَهوَ شَهْرٌ تُرفَعُ فيهِ الأعمالُ إلى ربِّ العالمينَ ، فأحبُّ أن يُرفَعَ عمَلي وأَنا صائمٌ"(سنن کبری نسائی:۲۳۵۹،وغیرہ وحسنہ الالبانی فی صحیح الجامع:۳۷۱۱)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالی عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماہ شعبان میں بکثرت روزہ رکھنے کی بابت دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"یہ مہینہ رجب اور رمضان کے درمیان ہونے کی وجہ سے لوگوں کی غفلت کا شکار ہے جبکہ اس میں بندوں کے اعمال رب العالمین کی طرف اٹھائے اور اس کے حضور پیش کئے جاتے ہیں لہذا میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل بحالت روزہ اٹھایا جائے"۔

ماہ شعبان سے لوگوں کی غفلت کا مطلب یہ ہے کہ ماہ رجب حرمت والا مہینہ ہے اور ماہ رمضان ماہ صیام ونزول قرآن ہے۔ عام طور پر لوگ ماہ حرام اور ماہ صیام کا خاص اہتمام کرتے ہیں اور شعبان سے غفلت برتتے ہیں اور ماہ رجب میں روزہ رکھنے کو افضل جانتے ہیں جب کہ ماہ رجب میں خصوصی طور پر روزہ رکھنا ثابت نہیں ہے۔ شعبان کے روزے دیگر تمام مہینوں کے نفلی روزوں سے افضل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کبھی کبھار غیر مشہور واقعات اور جگہیں بلکہ افراد بھی مشہور کے مقابلہ میں افضل ہوتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ غفلت کے اوقات میں بندگی کی بجاآوری افضل عمل ھے اور اطاعت کرنے والا ریاء سے بھی محفوظ رہتا ہے.

علاوہ ازیں بندوں کے اعمال کی رب العالمین کے حضور پیشی یومیہ، ہفتہ وار، سالانہ اور اختتامی یعنی موت کے بعد ہوتی ھے۔ روزانہ فرشتوں کی آمد ورفت عصر وفجر کے وقت ہوتی ہے اور اللہ تعالی بندوں کی حالت دریافت کرتا ہے، ہفتہ میں سوموار اور جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں، ماہ شعبان میں سالانہ پیشی ہوتی ہے، جبکہ موت کے بعد پوری زندگی کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، لہذا روایتوں میں باہمی تعارض نہیں ہے۔ اللہ تعالی پر کسی کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں ہے پھر بھی پیشی کے بعد پیشی حکمت پر مبنی ہے جسے اللہ تعالی بہتر جانتا ہے۔ تاہم ان اوقات کی ہمارے لیے فضیلت ظاہر ہے کہ ہم اعمال کے اٹھائے جانے کے موقعوں پر بطور خاص اعمال مسنونہ کو بجالائیں اور رب تعالی کی رضا وخوشنودی کے مستحق بنیں۔

علامہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ نے ماہ شعبان کے روزوں کی افضلیت کی ایک علت یہ بھی بیان کی ہے کہ یہ روزے ٹھیک ماہ رمضان کے فرض روزوں سے پہلے رکھے جاتے ہیں تو گویا ان کی حیثیت نماز فرض سے قبل ادا کی جانے والی سنت مؤکدہ کی ہے، جو عام نفلوں سے بہتر وافضل ہے اور اسی طرح ماہ شوال کے چھ روزے فرض نمازوں کے بعد ادا کی جانے والی سنت مؤکدہ کی طرح ھیں۔ بہر حال جو نوافل فرض سے آگے اور پیچھے ہوتے ہیں وہ مطلق نوافل کے مقابلے میں افضل ہوتے ہیں۔

یہاں اس تعارض کا دفعیہ بھی مناسب ہے کہ ایک طرف تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ماہ شعبان میں بکثرت روزہ رکھنے کا تھا اور دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "افضل الصیام بعد رمضان شهر الله المحرم" (صحیح مسلم: ۱۱۶۳ عن ابی ہریرہ)

ماہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزے محرم الحرام - جسے بطور تکریم شہر اللہ (اللہ کا مہینہ) کہا گیا ہے - کے روزے ہیں۔ اہل علم نے یہ تطبیق دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یا تو محرم الحرام کے روزے کی افضلیت کا علم اخیر عمر میں ہوا ہوگا جس کے سبب آپ اس کو عملی جامہ نہ پہنا سکے یا پھر آپ سفر اور بیماری کے سبب محرم کے بکثرت روزہ رکھنے سے معذور رہے ہوں یا پھر اس کو نفل مطلق پر محمول کیا جائے۔

دوسری ایک حدیث جو نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے اور محققین کی ایک جماعت نے اس کی تصحیح فرمائی ہے: "اذا انتصف شعبان فلا تصوموا حتى يكون رمضان" (اخرجہ اہل السنن عن ابی ہریرہ، صحیح الجامع: ۳۹۷).

اس روایت کے تعلق سے امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی بعض اہل علم کے نزدیک یہ ہے کہ آدمی ماہ شعبان کے نصف اول میں روزہ سے نہ ہو اور جب نصف آخر آجائے تو رمضان کے پیش نظر روزے رکھنا شروع کر دے، جیسا کہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے بھی اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ شعبان کو رمضان سے نہ ملاؤ یا تو پورا شعبان روزہ رکھو یا پھر آخر ماہ میں روزہ رکھنے کی کسی کی عادت ہو تو وہ روزہ رکھے۔

لہذا شعبان کی ۱۶ تاریخ سے آخر ماہ تک آدمی اپنے فرض روزوں کی قضا کر سکتا ہے، منت کے روزے رکھ سکتا ہے اور اسی طرح کسی کی عادت سوموار اور جمعرات کے روزہ رکھنے کی ہو یا وہ جو ایک دن روزہ اور دوسرے دن افطار کرتا ہو تو ایسے سبھی لوگ روزہ رکھ سکتے ہیں جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی

اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لا يتقدمن أحدكم رمضان بصيام يوم أو يومين إلا أن يكون رجل كان يصوم صومه فليصمه "(صحیح البخاري ۱۹۱۴ صحیح مسلم ۱۰۸۲).

یعنی کوئی شخص احتیاطی طور پر شعبان کے آخری ایک دو دنوں کا روزہ نہ رکھے کیونکہ رمضان کا روزہ رویت ہلال پر موقوف ہے۔ لہذا احتیاط کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی اپنی عادت کے مطابق سوموار یا جمعرات کا دن ہونے کی وجہ سے رکھے تو اور بات ہے، اور اسی بات پر حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث کو بھی محمول کیا جائے گا جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یا کسی دوسرے صحابی سے کہا: "أصمت من سرر شعبان ....إلى آخرالحديث(صحیح بخاری: ۱۹۸۳، صحیح مسلم: ۱۱۶۱).

کیا تم نے شعبان کے آخری ایام میں (جن میں چاند روپوش ہوتا ہے) کے روزے رکھے؟ کہا نہیں آپ نے فرمایا جب رمضان گزر جائے تو دو دن روزہ رکھ لینا۔

عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہ یا کوئی دوسرے صحابی رضی اللہ تعالی عنہ اخیر ماہ میں عادتا روزہ رکھا کرتے تھے یا نذر کا روزہ رہا ہو جسے انہوں نے ماہ رمضان کی آمد کے اندیشہ سے یا ایک دو دن قبل روزہ رکھنے کی ممانعت کی وجہ سے نہ رکھا ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اندیشہ کو دور فرمایا کہ صوم معتاد ممانعت کے اندر داخل نہیں ہے۔

پندرھویں شعبان کا ایک روزہ

پندرہویں شعبان کے ایک روزہ کی حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے سنن ابن ماجہ میں مروی ہے: "إذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها".... إلخ(سنن ابن ماجہ: ۱۳۸۸).

یعنی جب شعبان کی پندرہویں شب ہو تو رات میں قیام کرو اور دن کا روزہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ غروب آفتاب سے طلوع فجر تک نچلے آسمان پر نزول فرماتا ہے اور کہتا ھیکہ: ھے کوئی مغفرت کا طالب کہ میں اسے بخش دوں، ہے کوئی روزی کا طلبگار کہ میں اسے روزی عطا کروں اور ہے کوئی مصیبت زدہ کہ میں اسے عافیت نصیب کروں اور ہے کوئی، اور ہے کوئی۔۔۔ الخ.

واضح ہو کہ اس روایت کی سند میں ابن ابی سبرہ - ابو بکر بن عبد اللہ بن محمد بن سبرہ - ہے جسے امام احمد اور یحیٰ ابن معین رحمہا اللہ نے حدیث گھڑنے والا بتایا ہے، علامہ ابوالحسنات لکھنوی رحمہ اللہ نے من گھڑت احادیث کے ضمن میں مذکور روایت کو بیان کیا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے ضعیف اور امام نسائی رحمہ اللہ نے متروک کہا ہے، امام البانی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف جدا یا موضوع کہا ہے۔ (تحفۃ الأحوذی: ۳/۳۶۶، تخریج الالبانی علی سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۳۸۸، الآثار المرفوعۃ صفحہ ۸۰-۸۱)

لہٰذا اس روایت سے استدلال جائز نہیں ہے۔

ماہ شعبان میں ایام بیض کے روزوں کا حکم:

ایام بیض سے ہر قمری مہینہ کی تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں تاریخیں مراد ہیں، جن میں راتیں بھی دن کی مانند روشن ہوتی ہیں ان ایام کے روزے (ماہ رمضان کو چھوڑ کر) با فضیلت ہیں اور ثواب میں ایک مہینہ کے روزوں کے برابر ہیں کیونکہ نیکیاں (کم از کم) دس گنا بڑھائی جاتی ہیں۔ اس طرح ہر مہینہ تین روزے رکھنے والا شخص سال بھر روزہ رکھنے والے کی طرح ھے۔ اس سلسلے میں صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے (صحیح بخاری حدیث نمبر: ۱۱۲۴، صحیح مسلم: ۷۲۱) عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہما سے (صحیح بخاری: ۱۸۷۴، صحیح مسلم: ۱۱۵۹) اور ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ سے (سنن ترمذی: ۷۶۱، اور سنن نسائی: ۲۴۲۴) بسند حسن، احادیث مروی ہیں۔

یقیناسنن ونوافل پر مداومت کرنا افضل ہے، تاہم اگر کوئی کسی مہینے میں ایام بیض کے روزے رکھے اور کسی مہینے میں چھوڑدے تو کوئی حرج نہیں، لہذا ایام بیض کے روزے کی نیت سے اگر کوئی شخص ماہ شعبان میں روزے رکھتا ہے تو جائز ہے۔ لیکن اگر کسی کے پیش نظر پندرہویں شعبان کے قیام اللیل اور ایک دن کے روزہ کی فضیلت میں وارد موضوع اور منگھڑت روایت ہو اور وہ بطور حیلہ دو دن تیرہویں اور چودھویں کے روزے بھی رکھتا ہو تو یہ عمل غیر مشروع ہو گا کیونکہ روزہ رکھنے والے کا بنیادی مقصد صرف پندرہویں شعبان کا روزہ ہے نہ کہ ایام بیض کے روزے۔ علامہ شیخ ربیع مدخلی حفظہ اللہ تعالی نے اپنے فتویٰ میں مذکورہ تفصیل بیان کی ہے جو مزاج شریعت کے عین مطابق ہے۔

شعبان کی پندرہویں شب

اہل علم کی ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب عام راتوں کی طرح ہے، اس کی کوئی فضیلت دوسری راتوں پر ثابت نہیں ہے اور اس باب میں جتنی بھی روایات آئی ہیں، وہ سب ضعیف اور منکر ہیں۔ امام ابن العربی المالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "ليس في ليلة النصف من شعبان حديث يساوي سماعه". (عارضة الأحوذي:٢/٢٠١).

پندرہویں شعبان کی شب کے متعلق کوئی ایسی حدیث بھی نہیں ہے جو سننے کے قابل ہو. امام ابن باز رحمہ اللہ نے بھی اس رات کی فضیلت میں وارد روایات کو ضعیف، غیر ثابت اور ناقابل اعتبار کہا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بحوالہ سنن ابن ماجہ جس کا ذکر سابقہ سطور میں آچکا ہے کہ غروب آفتاب سے طلوع فجر صادق تک رب العالمین نچلے آسمان پر اتر کر بخشش، روزی اور صحت وعافیت عطا فرماتا ہے، ایک باطل اور من گھڑت روایت ہے۔

دوسری روایت جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شب میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بستر پر نہیں پایا تو میں آپ کی تلاش میں نکلی آپ کو بقیع (اہل مدینہ کی قبرستان) میں پایا تو آپ نے (گھر آکر) فرمایا کیا تم اس بات سے ڈرتی تھی کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کریں گے ؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے گمان کیا کہ آپ اپنی بعض بیویوں کے پاس کسی ضرورت سے تشریف لے گئے ہوں گے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی پندرہ شعبان کی رات کو سماء دنیا پر نزول فرماتا ہے اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی مغفرت فرماتا ہے. (ترمذی: ۷۳۶، ابن ماجہ: ۱۳۸۹) اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ نامی راوی ہے اور میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے اس کو ضعیف کہتے ہوئے سنا ہے۔ حجاج ضعیف راوی ہے اور اس نے یحییٰ ابن کثیر سے روایت کی ھے حالانکہ سماع ثابت نہیں ہے اور یحییٰ نے عروہ سے روایت کی ہے اور یحییٰ کا سماع بھی عروہ سے ثابت نہیں ہے اس طرح دو مقامات پر انقطاع ہے لہذا سند متصل نہیں ہے.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بقیع غرقد کے اموات کی مغفرت کے لیے ایک رات قبرستان جانا صحیح مسلم اور سنن نسائی میں بسند صحیح ثابت ہے لیکن شعبان کی پندرہویں رات کی قید کے بغیر۔ گویا اصل حدیث صحیح ہے لیکن رات کی تعیین کے ساتھ حدیث ضعیف جدا ہے لہذا پندرہویں شعبان کی شب میں زیارتِ قبر غیر مسنون عمل ہے البتہ زیارت قبور کبھی بھی تاریخ اور وقت کے تعین کے بغیر محبوب اور مسنون عمل ہے اس سے آدمی کو اپنی موت یاد آتی ہے اور اموات کو زائرین کی دعاء مغفرت بھی حاصل ہوتی ہے تاہم اپنی طرف سے وقت اور تاریخ متعین کرنا جائز نہیں ہے۔ بلا دلیل شرعی وقت اور جگہ کی

تعیین کسی بھی مسنون و مستحب عمل کو بدعت بنا دیتی ہے۔ ایک روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کی جاتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:"يَا علی من صلى مائة رَكْعَة فِي لَيْلَة النّصْف، يَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ بِفَاتِحَةِ الْكتاب وَقل هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، عَشْرَ مَرَّاتٍ إِلَّا قضى الله لَهُ كل حَاجَة"۔(رواه ابن الجوزی فی الموضوعات ۲/۱۲۷)

اے علی! جس نے پندرہویں کی شب میں سو رکعت نماز ادا کی اس طور سے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک مرتبہ، قل ھو اللہ احد دس مرتبہ پڑھا تو اللہ تعالی اس کی ہر حاجت پوری فرمائے گا(اس روایت کو امام ابن الجوزی، امام شوکانی اور علامہ عبد الحی لکھنوی نے باطل اور من گھڑت کہا ہے:الفوائد المجموعة: ص۵۰،والإبداع للشيخ علي محفوظ:۲۸۶-۲۲۸،والآثار المرفوعة:ص:۸۱)

اس من گھڑت نماز کو ہزاری نماز بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ ہر رکعت میں دس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی جاتی ہے. سو کو دس سے ضرب دیں تو ایک ہزار ہوتا ہے۔ والعیاذ باللہ

مخصوص کیفیات، محدود رکعات اور متعین ومعدود سورتوں کے ساتھ نماز ادا کرنا قبیح بدعت ہے۔ اس نماز کی بدعت ابن ابی الحمراء نابلسی فلسطینی نے ۴۴۸ھ میں بیت المقدس میں پہلی مرتبہ شروع کی تھی، اچھی تلاوت کرتا تھا اس کے پیچھے ایک آدمی نے نماز شروع کی پھر دو، تین، چار لوگ شریک ہو گئے اور سو رکعت سے فراغت کے وقت ایک بڑی جماعت اس کی اقتدا میں موجود پائی گی گئی۔ رفتہ رفتہ یہ بدعت چل پڑی۔

علامہ عراقی نے احیاء العلوم کی تخریج میں اس کو باطل قرار دیا ہے. لہذا کسی کو امام غزالی رحمہ اللہ کی کتاب میں اس نماز کے ذکر سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے، یہ ایک منکر اور قبیح عملی اور موسمی بدعت ہے جس سے اجتناب لازم ہے.

یہ اور اس جیسی دوسری نماز جو صلاۃ الرغائب کے نام سے مخصوص کیفیت کے ساتھ ماہ رجب کی پہلی شب جمعہ کو ادا کی جاتی ھے، سراسر باطل ہیں، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین تو کجا، ائمہ کرام امام ابو حنیفہ، مالک، شافعی اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالی سے بھی ثابت نہیں ہے۔

پندرھویں شب کی فضیلت میں وارد بعض حدیث کو محدث عصر امام البانی رحمہ اللہ تعالی نے اور ان سے قبل بھی بعض محققین مثلا علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ وغیرہ نے حسن یا صحیح قرار دیا ہے اور وہ حدیث یہ ہے:"إن الله ليطلع في ليلة النصف من شعبان فيغفر لجميع خلقه إلا لمشرك أو مشاحن".

یعنی اللہ تعالی پندرہویں شعبان کی شب میں (بندوں کی طرف) متوجہ ہوتا ہے، چنانچہ مشرک اور بغض وعداوت رکھنے والے کے علاوہ ہر کسی کی مغفرت فرماتا ہے۔

امام البانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ: یہ حدیث صحیح ہے جو متعدد صحابہ مثلاً معاذ بن جبل، ابو ثعلبہ الخشنی، عبد اللہ بن عمرو، ابو موسی اشعری، ابو ہریرہ، ابو بکر صدیق، عوف بن مالک اور عائشہ (رضي الله عن الجميع وأرضاهم) سے مختلف سندوں سے منقول ہے جس سے حدیث میں تقویت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ بلاشبہ درجہ ضعف سے نکل کر درجہ صحت تک پہنچ جاتی ہے. (السلسلة الصحيحة:۳/۱۳۸-۱۳۹)

آگے علامہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے ثبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ رات عبادت کا خاص موسم ہے جس میں لوگ جمع ہو کر عبادت بجالائیں. حدیث کا مفاد صرف اتنا ہے کہ آدمی خود کو شرک اور عداوت سے پاک رکھے تاکہ مغفرت الہی کا مستحق ٹھہرے. اس رات میں کوئی طریقہ عبادت بیان نہیں کیا گیا ہے، آدمی اپنی عادت کے مطابق نماز پڑھے تلاوت اور ذکر و دعا کرے لیکن خلاف عادت صرف اس رات میں جاگنا، قبروں کی زیارت کرنا، وعظ و تذکیر کی مجلس منعقد کرنا، اور تہجد پڑھنا صدقہ وخیرات کرنا وغیرہ عمل اس کے لئے جائز نہیں ہے۔

ملک شام کے بعض تابعین جیسے خالد بن معدان مکحول اور لقمان بن عامر وغیرہم سے اس رات کی تعظیم اور اس میں عبادت کا خاص اہتمام منقول ہے اور لوگوں نے انہیں سے یہ عمل لیا ہے، ورنہ سنت نبویہ اور سنت خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے.

علماء شام اس رات کی عبادت کے سلسلے میں دو نظریات کے حامل ہیں ایک قول مسجد میں اجتماعی عبادت کے استحباب کا ہے تو دوسرا قول انفرادی عبادت کے جواز کا ہے.

لہذا اس قول کی بنیاد پر مسجد میں نمازوں دعاؤں اور قصہ گو حضرات کی باتوں کے لیے اکٹھا ہونا مکروہ ہے. علامہ ابن رجب رحمہ اللہ نے اپنا میلان بھی اسی کی طرف ظاہر کیا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس رات کی عبادت کے متعلق کوئی ثبوت موجود نہیں ہے تو امام اوزاعی اور ابن رجب وغیرھما کا انفرادی قیام اللیل اور تلاوت ودعا کو مستحب قرار دینا بھی کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ کوئی بھی چیز جو شرعی دلیلوں سے ثابت نہ ہو وہ کسی بھی صورت مستحب نہیں ہو سکتی خواہ اسے انفرادی یا اجتماعی، ظاہری یا باطنی کسی بھی طریقہ پر انجام دیا جائے. نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد ہے:"مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْس عَلَيْهِ أمْرُنا؛ فَهُوَ رَدٌّ".(صحیح مسلم: ۱۷۱۸) جس عمل پر میرا حکم نہ ہو (شرعی دلیل نہ ہو) وہ عمل مردود ہے. (فتاویٰ الامام ابن باز: ۱/۱۸۹)

حضرت عکرمہ وغیرہ سے جو بات نقل کی جاتی ہے کہ سورہ دخان کی آیات ۲ اور ۳ میں "ليلة مباركة" سے مراد شعبان کی پندرھویں شب ہے یہ قول بشرط صحت نقل بھی غلط ہے. جس لیلہ مبارکہ میں قرآن مجید کے نزول کی بات اللہ رب العالمین نے بیان فرمائی ہے وہ وہی لیلۃ القدر ہے جو ماہ رمضان کے آخری عشرے میں ہے، جس میں سال بھر کے محکم فیصلے، موت اور روزی وغیرہ سے متعلق معاملات لوح محفوظ سے نقل کرکے فرشتوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں۔

ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ زیاد نمیری (قصہ گو) کہتا ہے کہ ماہ شعبان کی پندرہویں شب کی عبادت لیلۃ القدر کی عبادت کے برابر ہے، تو فرمایا کہ اگر میں اسے ایسا کہتے ہوئے سنتا اور میرے ہاتھ میں عصا ہوتی تو میں اسے ضرور مارتا. (الباعث علی إنکار البدع:۱/۳۵)

لہذا پندرھویں شب کو شب برات (چھٹکارے کی رات) کہنا اس میں نماز ادا کرنا صدقہ وخیرات کرنا اور حلوے بانڈے اور عمدہ کھانے تیار کرنا ایسی چیزیں ہیں جن کی کوئی اصل کتاب اللہ اور سنت مصطفی میں نہیں ہے اور نہ ہی اس طرح کا کوئی عمل سلف امت سے جو لائق اقتدا ہیں، ثابت ہے۔ لہذا جو شخص بھی اپنے نفس کا خیر خواہ ہو اور اپنے اعمال صالحہ کی بربادی سے بچنے کا خواہاں ہو اسے بدعات وخرافات سے پرہیز کرنا چاہیے.

خير الأمور السالفات على الهدى

شر الأمور المحدثات البدائع

والله الموفق والهادى إلى سواء السبيل. والحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله وخليله محمد وعلى آله وصحبه ومن اتبع هديه إلى يوم الدين.